ڈاکٹر محمد ریاض

اسلام اور اسلامی تہذیب وادیٔ کشمیر میں

وادیٔ کشمیر میں اسلام برصغیر پاک و ہند کے تمام علاقوں سے بہت بعد میں پہنچا۔ یہاں آفتاب اسلام آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں اُبھرا، یعنی برصغیر کے دوسرے نقاط سے تقریباً تین صدیاں بعد۔ یہ وہ دور ہے جب برصغیر کے مرکزی علاقوں پر سلاطین تغلق کی حکومت تھی۔ اس سے پہلے کشمیر میں اسلام کی گسترش کے نقوش حسب ذیل ہیں:۔

"صاحب" تاریخ حسن[1] " کا خیال ہے کہ سب سے پہلے مسلمان، جو کشمیر میں داخل ہوئے، وہ جنگی اسیر تھے جو کشمیر کے مقتدر حاکم تاراپیڈیا (۶۹۴ - ۷۳۵ء) نے ساتویں صدی عیسوی کے اواخر میں کابل، ہرات اور خراسان کے حکام کو شکست دے کر قید کیے اور بعد میں اپنے ساتھ اُنھیں وادی کے اندر لے آیا تھا۔

حجاج بن یوسف ثقفی (م - ۹۵ھ) کے داماد اور امیر عسکر محمد بن قاسم نے جب راجہ داہر کی عملداری پر حملہ کیا اور فتح پائی تو راجہ کا بیٹا کشمیر کی طرف بھاگ نکلا اور کچھ عرب سپاہیوں نے وادی کے اندرونی حصّوں تک اس کا تعاقب کیا۔ تعاقب کنندگان میں سے ایک کا نام جہیم بن سامہ شامی ہے[2] بعض مورّخ یہ بھی کہتے ہیں کہ عربوں نے وادیٔ کشمیر پر بھی حملہ کیا تھا، مگر اس علاقے کی مخصوص جغرافیائی حالت کی وجہ سے اُنھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ حملہ آور دشوار گزار راستوں کو عبور نہ کر سکے اور لوٹ گئے[3] جہیم بن سامہ اور اس

---

[1] جلد دوم صفحہ ۸۵۔ یہ کتاب فارسی میں ہے اور چار جلدوں میں ہے۔ دو جلدیں ۱۹۵۴ء میں سری نگر سے پروفیسر صاحب زادہ حسن شاہ کے مقدمے کے ساتھ چھپ چکی ہیں۔ بعد میں مولوی محمد ابراہیم نے اسے اردو کا جامہ پہنایا اور چار جلدیں اسی شہر سے شائع ہوگئیں۔ کتاب کے مصنف مرحوم پیر غلام حسن شاہ کھویہامی کشمیری ہیں (م - ۱۳۱۷ھ)

[2] ایران صغیر یا تذکرہ شعرائے پارسی زبان کشمیر از ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفان۔ تہران ۱۹۵۵ء صفحہ ۸ - ۹

[3] Kashmir under the Sultans, by Mohib-ul-Hasan, Calcutta, 1959.
بھارت میں اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔

اس کے ساتھی ۹۵ھ = ۱۵-۶۷ میں وادی میں داخل ہوئے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے بھی کشمیر کو فتح کرنے کی دو تین کوششیں کی ہیں۔ ۴۰۴ھ میں سلطان کی راجہ جیپال سے جنگ ہوئی۔ جیپال شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان کو معلوم ہوا کہ حاکم کشمیر نے جیپال کو پناہ نہیں دی، بلکہ اسے فوجی مدد بھی دے رکھی ہے۔ محمود بغرض انتقام کشمیر پر حملہ آور ہوا اور وادی کے ایک بڑے حصے کو مسخر کر لیا۔ کشمیر کے ہندو راجہ نے بہت منت سماجت کی، معذرت چاہی، تحائف نذر کیے، محمود کی سپاہ کے بعض افراد کو وادی میں رہنے کی اجازت دی اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے اسے سلطنت پر بحال کیا اور خود غزنی لوٹ آیا۔

مگر حکمران کشمیر خراج و اطاعت کے وعدے سے منحرف ہوگیا۔ سلطان محمود نے والئ کشمیر کے وعدے پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے وادی کا رُخ کیا اور ۴۰۶ھ کے موسم سرما میں حملہ کرنے کی ٹھانی، مگر راستے یخ بستہ اور مسدود تھے اور سلطان سپاہ کے تلف ہو جانے کے خدشے سے پلٹ آیا۔ اس کے بعد اس نے تیسرا حملہ ۴۱۲ یا ۴۱۳ھ میں کیا مگر اس بار بھی بے نیل مرام ہی لوٹا۔[۴]

محمود غزنوی کے پہلے حملے کے نتیجے میں اکا دکا مسلمان وادی میں نظر آنے لگے تھے۔ چنانچہ حاکم کشمیر راجہ ہرش (۱۰۸۹ - ۱۱۰۱ء) کے عہد حکومت میں چند فوجیوں کے نام ملتے ہیں جو مسلمان تھے اور بظاہر یہ محمود کی مذکورہ سپاہ کی اولاد میں سے تھے۔[۵]

سلطان محمود اسماعیلی اور قرمطی مبلغوں کے لیے بلائے جان بنا ہوا تھا۔ اس کی وفات کے بعد ان مبلغوں کا ایک گروہ اپنے مرکز کوہ الموت (قزوین) سے چلا اور کشمیر تک آیا، مگر شاید اس تبلیغی مشن کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ غرض آٹھویں صدی ہجری سے قبل کشمیر میں یہی اسلامی نقوش نظر آتے ہیں، اور مشہور اطالوی سیاح مارکوپولو جب ۱۲۷۵ء اور ۱۲۷۷ء کے درمیانی عرصے میں وادی کشمیر سے گزرا تو وہ انہی چند سپاہیوں اور افراد کا ذکر کرتا ہے جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔[۶]

---

۴ تاریخ حسن جلد دوم صفحہ ۸۵ اور تاریخ گردیزی (زین الاخبار گردیزی) وقائع سال ۴۰۴، ۴۰۶ اور ۴۱۲ - ۴۱۳ ہجری۔

۵ دیوان فرخی بجمع آوری مرحوم علی عبدالرسول، تہران ۱۹۳۷ء صفحہ ۳۶۷ - ۸۔

۶ Travels of Marcopolo, Lahore, 1939.

مسلمانوں کے دورِ حکومت سے قبل وادیٔ کشمیر کے باشندوں کی اخلاقی اور سماجی حالت ناگفتہ بہ تھی اور اسے شرابیوں اور قماربازوں کی سرزمین کہا جاتا تھا[1] رعایا کی معاشی حالت بھی خراب تھی اور حکمران طبقے کے مظالم کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان ہی حالات میں یہاں آفتاب اسلام اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ طلوع ہوا اور دین حق کی برکتوں سے وادی کی کایا پلٹ گئی۔

کشمیر کے آخری مقامی ہندو حاکم کا نام "سہادیو" تھا۔ اس کے عہد حکومت کے دوران ۷۱۵ھ میں ایک ہونہار مسلمان نوجوان شاہمیر یا شاہ مرزا وادیٔ سوات سے کشمیر آیا اور اس بادشاہ سے ملاقات کی۔ سہادیو اس کی استعداد سے بہت متاثر ہوا اور اُسے اپنے حلقۂ ملازمت میں لے لیا۔ بعد میں اسے وزارت کا عہدہ دے دیا۔ کشمیر کا مقتدر سلسلۂ سلاطین یعنی "شاہمیری" اس شخص سے منسوب ہے اور اس سلسلے نے ۱۳۳۹ء سے ۱۵۵۵ء تک کشمیر پر حکومت کی۔

"شاہمیری" سلسلے کے بعد مغلیہ دور سے قبل، "چک" سلسلے کے بادشاہوں نے بھی کشمیر پر حکومت کی ہے۔ ان بادشاہوں کا جد "لنگر چک" بھی اسی دوران تبت سے آکر کشمیر میں آباد ہوا تھا۔

راجہ سہادیو کے عہد حکومت میں والیٔ تبت دلداخ کا فرزند "ریچن" وادی میں آیا۔ سہادیو کے والیٔ تبت دلداخ سے بڑے ہی دوستانہ روابط تھے اور بظاہر ریچن ایک دوستانہ دورے پر آیا تھا۔

ریچن کی آمد کے سلسلے میں کئی دوسری آرا بھی ملتی ہیں۔ مثلاً اس نے والد سے ناراض ہو کر ملک چھوڑ دیا تھا یا تاتاریوں کے حملے کے خوف سے ملک سے باہر چلا آیا تھا یا سیر و تفریح اور شکار کرنے کشمیر میں وارد ہوا تھا وغیرہ۔ بہرطور، وجہ جو بھی ہو وہ ساز و سامان سے لیس اور کئی فوجی نوجوانوں اور افسروں کے ساتھ یہاں وارد ہوا تھا۔ یہ سن ۷۲۰ھ کا واقعہ ہے، اور یہی وہ سال ہے جس میں زلفی قدرخاں نے کشمیر پر نہایت خوں ریز اور انسانیت سوز حملہ کیا۔

زلفی قدرخاں والیٔ کابل کا امیر عساکر تھا۔ یہ والیٔ کابل ایران کے مغول خاندان کے ماتحت تھا۔ کشمیر کے خراب حالات اور افراتفری سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے زلفی قدرخاں کو ستر ہزار سپاہ کے ساتھ حملہ کرنے بھیجا گیا تھا۔ لشکر نے ساری وادی میں بھگدڑ مچادی اور دو سال سے زیادہ عرصے تک لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔

---

[1] Kashmir Through Srinagar by G. L. Kaul, pp.57-58

راجہ سہادیو وادی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ادھر مہمان راجہ ریچن اور شاہمیر مذکور نے اتحاد کر رکھا تھا۔ ان کی مشترک کوششوں سے کشمیریوں کی صفوں میں اتحاد پیدا ہوا اور ۷۳۳ھ میں حملہ آور بھگ گئے۔ مگر زلفی قدر خاں پچاس ہزار افراد کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔[۸]

راجہ ریچن بدھ مت کا پیرو تھا۔ شاہمیر کی شہ پر کشمیریوں نے راجہ سہادیو کو تخت و تاج سے محروم قرار دیا اور ریچن کو نیا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ شاہمیر اب بھی وزیر اور اس کے ساتھ ہی نئے بادشاہ کے بیٹے کا اتالیق تھا۔ راجہ کی افواج کا سپہ سالار رام چندر تھا۔ اس کی بیٹی کوتا رانی راجہ کی بیوی تھی۔

ان دنوں راجہ ریچن مذہبی دھڑے بندیوں اور فرقہ وارانہ فسادات سے سخت پریشان تھا۔ بدھ مت اور ہندو مت کے پیرو ایک دوسرے سے خاص طور پر دست و گریباں تھے۔ بعض ہندو مورخ لکھتے ہیں کہ راجہ نے ہندو مت میں شامل ہونا چاہا مگر براہمنوں نے اسے اپنی ذات میں داخل کرنے سے انکار کر دیا لیکن اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ راجہ نے مذہبی خرافات اور فرقہ وارانہ افتراقات سے تنگ آ کر ایک مصمم فیصلہ کیا تھا۔[۹] ..... دل میں کہا کہ فلاں صبح سویرے جس پہلے شخص سے ملاقات ہوگی، اسی کا دین قبول کروں گا اور اسے ہی نافذ کروں گا۔ اس کی یہ ملاقات مشیتِ ایزدی سے ایک مسلمان بزرگ سے ہوئی۔ اس بزرگ کا نام نامی سید عبدالرحمٰن شرف الدین بلبل شاہ تھا۔ وہ ایک ترکستانی صوفی اور مبلغ دین تھے جو حنفی فقہ کے پیرو اور سہروردی سلسلے میں بیعت تھے۔ راجہ ریچن کی ان سے ملاقات دریائے جہلم کے کنارے ہوئی تھی[۱۰] یہ ۷۲۵، ہجری کا واقعہ ہے۔ ریچن نے مسلمان ہو کر "صدرالدین" کا لقب اختیار کیا۔ صدرالدین وادیٔ کشمیر کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا۔ (م - ۷۲۸ھ) سلطان کے مسلمان ہو جانے سے، اور حضرت سید بلبل شاہ کی مساعی کے نتیجے میں دس ہزار افراد نے دین اسلام قبول کر لیا۔ شاہ صاحب نے ۷۲۷، ہجری میں وفات پائی۔ "خاص الہ" تاریخ وفات ہے۔

---

[۸] Kashmir Through Srinagar by G. L. Kaul, pp.83

[۹] ملاحظہ ہو دیوان کرپارام (م - ۱۸۷۶ء) کا "گلزار کشمیر" اور نرائن کول عاجز کی تاریخ کشمیر (مولفہ ۱۷۱۰ء)
یہ دوسری کتاب ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ نمبر ۵۳۲۷، کتاب خانہ مرکزی تہران یونیورسٹی۔

[۱۰] یاد رہے کہ ۱۵۵۴ء میں ایک زلزلے کی وجہ سے اس دریا کا رخ کافی بدل گیا تھا۔

سری نگر کا ایک محلہ اور ایک مسجد اب تک حضرت کے نام پر موجود ہے۔ مرحوم مفتی شاہ سعادت (م۔ ۱۳۲۹ھ) نے ان کے کارناموں کے بارے میں ایک مبسوط کتاب تصنیف کی ہے۔

۷۲۸ سے ۷۴۳ھ تک کا پندرہ سالہ دور وادیٔ کشمیر میں سخت افراتفری کا دور تھا۔ صدر الدین کی وفات کے بعد اس کے (بدھ مت کے پیرو) بھائی " اودیادیو" نے اقتدار سنبھالا۔ صدر الدین کی بیوی کوتارانی مرتد ہوگئی اور اس نے اودیادیو سے شادی کرلی۔ کوتارانی شاہمیر سے بہت بغض رکھتی تھی۔ اسے وزارت سے معزول کرکے ایک " بھکشانا" نامی شخص کو وزیر بنایا۔ اودیادیو نے ۷۳۹ھ میں وفات پائی تو کوتارانی نے اقتدار خود سنبھال لیا۔ شاہمیر اور اس کے حامی بھی حالات سے غافل اور فرائض سے بے خبر نہیں تھے۔ کئی چپقلشیں ہوئیں اور آخر کار ۷۴۳ھ میں شاہمیر کامیاب ہوا۔ کوتارانی گرفتار ہوگئی۔ اس نے ارتداد اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور شاہمیر سے نکاح ثالث کرنے کی التماس کی۔ کریم النفس شاہمیر نے اسے معاف کرکے حیطۂ مناکحت میں لانا قبول کرلیا۔ بعض ہندو مؤرخ مصر ہیں کہ کوتارانی نے جان بچانے کی خاطر توبہ کی تھی اور اس جرأت مند عورت نے موقع پاتے ہی خودکشی کرلی اور اسلام یا شاہمیر سے نباہ نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ خودکشی کا عزم کرنے والے کو جان بچانے کی خاطر منافقت اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بظاہر اس کا جلد ہی انتقال ہوگیا تھا جسے خودکشی کا نام دیا جاتا ہے۔

شاہمیر نے ۷۴۳ھ میں اقتدار سنبھالا اور " شمس الدین " کا لقب اختیار کیا۔ شاہمیری سلسلے کے بادشاہوں نے ۹۶۲ھ تک یعنی دو سو سال سے زیادہ عرصے تک کشمیر پر حکومت کی۔ اس خاندان کے دیگر مقتدر اور با استعداد بادشاہوں کے نام یہ ہیں: شہاب الدین ۷۵۵ - ۷۷۵ھ، قطب الدین ۷۷۵ - ۷۹۶ھ، سلطان سکندر بت شکن ۷۹۶ - ۸۲۰ھ اور سلطان زین العابدین بڈشاہ ۸۲۰ - ۸۷۴ھ

آٹھویں صدی ہجری میں سید بلبل شاہ کے علاوہ جن بزرگانِ دین اور صوفیائے کبار نے وادیٔ کشمیر میں اسلام اور اسلامی تہذیب کے توسیع اور رواج پذیر ہونے کے ضمن میں نمایاں خدمات انجام دیں ان میں میر سید تاج الدین سمنانی، ان کے بھائی میر سید حسن سمنانی، سید مخدوم جلال الدین بخاری (م - ۷۸۵ یا ۷۸۷ھ) جو اپنے لقب " مخدوم جہانیاں جہاں گشت " کے ساتھ زیادہ معروف ہیں اور امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ۷۱۴ - ۷۸۶ھ ان کے القاب علی ثانی اور شاہ ہمدان ہیں ۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت وادیٔ کشمیر میں صرف تین ہفتے ٹھہرے۔ " سمنانی برادران " شاہ ہمدان کے مرید اور انہی کے فرمان کے مطابق دوبار کشمیر میں آئے تھے۔ شاہ ہمدان نے

ان دو بھائیوں کے علاوہ سینکڑوں دوسرے مریدوں کو کشمیر کے مختلف حصوں میں بھیجا تھا اور ان سے تبلیغی امور میں مدد لیتے تھے ۔ اُنھوں نے باقاعدہ نظام تبلیغ قائم کر رکھا تھا ۔ شاہ ہمدان جو ۷۱۴ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے، طبا طبائی سادات میں سے تھے ۔ ان کے والد سید شہاب الدین امیر ہمدان اور مشہور عارف رکن الدین سید علاؑ الدولہ بیابانکی سمنانی (م۔ ۷۳۶ھ) ان کے ماموں اور مربی تھے ۔ شاہ صاحب نے جوانی میں تقریباً اکیس سال مسلسل تمام ممالک اسلامی اور بعض دوسرے ملکوں کی سیر و سیاحت کی اور ساتھ ہی دین اسلام کی تبلیغ بھی جاری رکھی ۔ تیموری سلطنت کے آغاز کے لگ بھگ وہ ہمدان سے "ختلان" نقل مکانی کر گئے تھے ۔ "ختلان" کو آج کل "کولاب" (Kolab) کہتے ہیں اور روس کی جمہوری تاجکستان کا ایک مشہور شہر ہے ۔ شاہ ہمدان نے اس شہر اور نواحی شہروں میں دینی خدمات کے کئی مراکز قائم کر رکھے تھے ۔ ان کے ختلانی مریدوں میں خواجہ محمد اسحٰق علی شاہی ختلانی (مقتول ۸۲۶ھ) ہیں ۔

۷۷۳ھ میں "ختلان" کے نواح میں شاہ ہمدان اور امیر تیمور لنگ (۷۷۱ - ۸۰۷ھ) کی ملاقات ہوئی ۔ شاہ صاحب نے تیمور کے مظالم اور جوع الارضی کے خلاف آواز بلند کی، جس کے نتیجے میں وہ بہت جزبز ہوا اور ان کو مع پورے خاندان کے ایران چھوڑ دینے کا حکم دیا ۔ شاہ ہمدان پہلے ہی عازم کشمیر تھے، یہ تہدید بہانہ بنی اور شاہ صاحب ۷۷۴ھ میں چھ سات سو سادات کے ساتھ وادیٔ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے ۔ شاہ ہمدان نے پہلے بھی ۷۶۰ - ۷۷۱ھ میں کشمیر کے خراب حالات کا مشاہدہ کیا تھا ۔ اس وقت وہ اگرچہ ایک سیاح تھے مگر وہاں تبلیغی ضروریات کا جائزہ لینا ان کا اصل مقصود تھا ۔ انھوں نے دوبار "برادران سمنانی" کو یہاں بھیجا اور اب خود تشریف لائے ۔ ان کی آمد کشمیر کی تاریخ میں ایک عہد آفریں واقعہ ہے ۔ وادی میں اسلام اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے میں شاہ صاحب اور ان کے مخلص رفقا کی مساعی کو بڑا ہی دخل ہے ۔ شاہ صاحب کے ہاتھ پر ۳۷ ہزار افراد نے دین اسلام قبول کیا ۔

سلطان شہاب الدین، میر سید تاج الدین سمنانی کا مرید تھا ۔ اسی سید کا فرزند میر سید حسن بہادر سلطان کی افواج کا سپہ سالار تھا ۔ شہاب الدین بڑا معارف پرور اور فاتح بادشاہ تھا ۔ موجودہ پاکستان اور افغانستان کا بیشتر حصہ اس کے تصرف میں رہا ہے، اس کے علاوہ موجودہ روس اور چین کے بعض علاقوں پر اس کا قبضہ تھا ۔ اس اقتدار کے باوجود اس میں نرمی اور رافت تھی اور مذہبی رواداری اس کا نقطۂ خیال تھا ۔ ایک مرتبہ اس کے وزیر نے مشورہ دیا کہ گوتم بدھ کی فلاں مورتی کو توڑا جائے اور اس خالص تانبے کو کام میں لایا جائے ۔ شہاب الدین

نے اس کی یہ بات نہیں مانی - اس نے دیگر مذاہب کے لوگوں کے معتقدات کا ہمیشہ احترام کیا۔ شاہ ہمدان جب ۷۷۴ھ میں کشمیر تشریف لائے تو بادشاہ کے بھائی اور ولی عہد قطب الدین نے ان کو خوش آمدید کہا -

خود بادشاہ "دی ہند" (موجودہ اٹک) کے قریب سلطان فیروز شاہ تعلق (۷۵۲ - ۷۹۲ھ) سے برسرِ پیکار تھا۔ شاہ ہمدان نے محاذِ جنگ پر جا کر صلح کرائی اور فریقین کی حدود و ثغور بھی مقرر کرائیں - نہ صرف یہ بلکہ دونوں بادشاہوں کے درمیان رشتے داریاں بھی کرا ڈالیں - سلطان تغلق کی ایک بیٹی شہاب الدین کے بیٹے سے، دوسری سلطان کے ولی عہد قطب الدین سے، اور تیسری سلطان کے سپہ سالار میر سید حسن بہادر سے بیاہی گئی۔[۱۱]
شاہ ہمدان یہاں چار ماہ تک قیام فرما رہے، اس اثنا میں سلطان اور مریدوں کو ضروری ہدایات دیں اور پھر دوسرے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے وادی سے باہر ملحقہ علاقوں میں تشریف لے گئے۔ ان کے مریدوں نے سلسلۂ ارشاد جاری رکھا - سلطان شہاب الدین نے مدارس اور خانقاہیں بنوائیں اور رفاہِ عامہ کے بہت سے کارنامے انجام دیے -

سلطان قطب الدین، شاہ ہمدان کا مخلص مرید تھا - شاہ صاحب فجر کی نماز کے بعد دریائے ابہت کے کنارے وعظ و درس فرمایا کرتے اور ان کے وعظ و ارشاد میں سلطان اور اعیانِ دولت شریک ہوتے - شاہ ہمدان اس سلطان کے دور میں دو مرتبہ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے (۷۸۱ اور ۷۸۵ھ میں) کشمیر میں ان کا مجموعی قیام تقریباً پانچ سال رہا - ان کی سفارش پر سلطان نے ایران اور کشمیر کی پرانی صنعتوں کی سرپرستی کی - مثلاً شال بانی، کلاہ بانی، پارچہ بانی اور قالین بانی وغیرہ - ان صنعتوں کی جڑیں بہت مضبوط ہوگئیں - کہتے ہیں اس وقت بھی سری نگر میں پانچ ہزار کے قریب افراد شالبانی میں مصروف ہیں اور ایرانی ڈیزائن کے قالین اب بھی خاصی مقدار میں بنتے ہیں - اس سلطان نے کئی دینی مدارس، مساجد اور خانقاہیں بنائیں - عربی، فارسی اور جملہ مروّجہ اسلامی علوم کی باقاعدہ تدریس کا انتظام کیا۔ قطب الدین بڑا باذوق بادشاہ تھا - وہ شاعر بھی تھا -

شاہ ہمدان، قطب الدین کے خصوصی راہنما تھے - وہ ذی الحجہ ۷۸۶ھ کو، جبکہ تحصیل مانسہرہ (ہزارہ) کے ایک مقام "پاخلی" کے نزدیک قیام پذیر تھے، مرض الموت میں مبتلا ہو کر راہیِ مُلکِ بقا ہوئے - مریدوں نے وصیت کے مطابق ان کی میت کو "ختلان" میں دفن کیا - وہاں اُن کے خاندان کے دس دیگر افراد بھی مدفون ہیں -

---

[۱۱] Kashir, Vol I.pp.116

شاہ ہمدان نے کشمیر میں بہت سی دینی خدمات انجام دیں ۔

حضرت شاہ ہمدان کے بارے میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آپ پاکستان کے شمالی علاقوں کے پہلے نامور مبلغ اسلام تھے ۔ گلگت ، ہنزہ ، بلتستان اور ملحقہ دشوار گزار علاقوں میں ان کی تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں ۔ شاہ ہمدان کے فارسی اشعار کا مجموعہ "چہل اسرار" موجود ہے اور اس طرح ان کی کئی عربی اور فارسی کتابیں ہیں جن میں ذخیرۃ الملوک ممتاز کتاب ہے ۔

شاہ ہمدان خود کلاہ بانی فرما کر اکلِ حلال کا کسب کرتے تھے ۔ ان کے تمام مرید ہنرمند ، فعال اور مستعد تھے ۔ ان کی خانقاہ اور لنگر غریبوں کی مدد کے لیے وقف تھا ۔ اُنھوں نے فقہی اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کی اور سادات اور غیر سادات کے درمیان متعدد رشتے داریاں قائم کرائیں اور کشمیر میں بہت سی اصلاحات کا نفاذ کیا ۔

شاہ ہمدان کے اکلوتے فرزند ، حضرت میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴ - ۸۵۴ھ) سلطان سکندر بت شکن کے ابتدائی دور (۷۹۶ھ) میں کشمیر میں تشریف فرما ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کی خدمات کے نتیجے میں جو موافق ماحول وجود میں آیا تھا ، اسے کام میں لانے اور اسلام اور اسلامی احکام کی توسیع و ترویج کے لیے بڑی نمایاں خدمات انجام دیں ۔

سلطان سکندر بت شکن میر سید محمد ہمدانی کا بے حد احترام کرتا تھا ۔ ان کی کوشش سے اس نے اسلام کے اوامر و نواہی کو سختی سے رواج دیا ، البتہ یہ سختی غیر مسلموں کے ساتھ بالکل نہ تھی ، صرف رسم "ستی" کو ہندو زعما کی رضامندی سے بند کر دیا گیا تھا ۔ سلطان کا وزیر سہ بٹ سید صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور سیف الدین کا لقب اختیار کیا ۔ اس وزیر کی بیٹی سے سید صاحب نے نکاح کر لیا تھا ۔ سیف الدین اور چند دوسرے نومسلم ، مذہبی تبلیغ کے سلسلے میں بہت جوشیلے واقع ہوئے تھے ۔ یہ انہی حضرات کی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ تھا کہ اس سرزمین میں اسلام پھیلا ۔ سلطان سکندر اور میر سید محمد ہمدانی اوہام و جہالت کے بتوں کو ضرور توڑتے تھے مگر غیر مسلموں کے پتھر کے بت اور معابد توڑنے سے وہ منع کرتے تھے ۔ سلطان کی سرپرستی سے ۷۹۸ تا ۸۰۰ھ کے درمیان سید صاحب نے خانقاہ معلیٰ یا مسجد شاہ ہمدان تعمیر کرائی ۔ کشمیر کا یہ سب سے بڑا اسلامی مرکز اس مقام پہ بنایا گیا جہاں شاہ ہمدان وعظ و ارشاد فرمایا کرتے تھے ۔ یہ مرکزِ اسلام اب تک باقی ہے ۔

کشمیر میں سلطان زین العابدین بادشاہ کا دور بھی زریں دور تھا ۔ علوم و فنون کی سرپرستی ، اسلامی تہذیب و تمدن کی توسیع اور معاشی اور سماجی ترقی کے لحاظ سے اس عہد کو ممتاز جاننا چاہیے ۔ سلطان کی مذہبی آزادی اور انسانی رواداری کے پیشِ نظر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں سب نے وادی کی عام حالت کو بہتر بنانے میں بڑا کام کیا ۔

سلطان نے فارسی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا اور ہندو مسلم سب اس زبان کو سیکھنے لگے ۔ اس نے ہونہار طالب علموں کی سرپرستی کی اور بعض حضرات کو وظائف دے کر باہر بھی بھیجا ۔ اس معارف پرور بادشاہ نے مذہبی تعصبات کا خاتمہ کیا اور خالص اسلامی نقطۂ نگاہ کو سامنے رکھا ۔ اس عہد کے نامور مصلح جو بزرگ شیخ المشائخ نورالدین ولی رشی (۷۷۹ - ۸۴۲ھ) کی تعلیمات کا سلطان پر بڑا اثر تھا ۔ حضرت ولی رشی، ہندو اور مسلمان دونوں کے نزدیک یکساں محترم تھے ۔

سلطان زین العابدین بڈشاہ نے تعمیرات، راہ سازی اور زراعت کی ترقی پر بڑا زور دیا ۔ "واقعاتِ کشمیر" (صفحہ ۴۸) میں اس کی جدت پسندی اور ہنر پروری کا یہ واقعہ درج ہے کہ اس نے ایران سے تربیت یافتہ دایہ عورتوں (قوابل) کی ایک خاص تعداد کو کشمیر میں بلوایا اور ان عورتوں نے امورِ زچگی اور تربیتِ اطفال میں بڑی مدد دی ۔ زین العابدین کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ اس نے کشمیری زبان و ادب کی سرپرستی کی ۔ دسویں صدی ہجری سے مذہبی فرقہ بندیاں اور فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے ۔ ان اوضاع کا سبب بظاہر میر سید شمس الدین طالشی اصفہانی یا عراقی (مدفون کشمیر، سری نگر) کی تعلیمات تھیں ۔ شمس الدین عراقی ۸۹۲ھ میں کشمیر آئے اس وقت سلطان فتح شاہ (م ۹۲۵ھ) حاکم تھا ۔ ابتدا میں وہ اہل تسنن کے عقائد پر تھے ۔ دوبارہ وہ ایران چلے گئے اور شاہ اسمٰعیل صفوی (۹۰۶ - ۹۳۰ھ) کے نمائندہ اور سفیر بن کر لوٹے ۔ اب وہ نوربخشی عقائد کا پرچار کر رہے تھے، یعنی وہ عقائد جو میر سید محمد نوربخش (۷۹۵ - ۸۲۹ھ) کی تعلیمات سے منسوب ہیں ۔[۱۲] ان کی تعلیمات اور تبلیغات کا زیادہ تر نو مسلموں پر اثر پڑا، مگر اہل تشیع نے بھی بعض تعلیمات سے اثر قبول کیا ۔ ویسے سید عراقی کے جو معتدل عقائد ان کی تالیف "احوطہ" میں ہیں، انھیں تشیع اور تسنن کا برزخ کہا جا سکتا ہے ۔ اور صاحب "تاریخ فرشتہ" نے لکھا ہے کہ یہ عقائد نہ اہل تشیع کے ہیں اور نہ اہل سنت کے ۔[۱۳]

ان حالات سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے "تاریخ رشیدی" کے مؤلف میرزا حیدر دوغلات نے کشمیر پر چڑھائی کر دی ۔ وہ شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر شاہ (م ۹۳۷ھ) کا خالہ زاد بھائی تھا ۔ ایک بار وہ تبت اور

---

۱۲ نوربخش اور اُن کے عقائد پر دیکھیے ۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم، (۱۹۶۳ء) کا مقالہ: اورینٹل کالج میگزین لاہور فروری، مئی ۱۹۲۵ء اور راقم الحروف کی نگارش دی جنرل آف دی ہسٹاریکل سوسائٹی آف دی پاکستان، کراچی، جولائی ۱۹۷۱ء ۔

۱۳ جلد دوم مقالہ دہم ۔

لداخ سے ہوتا ہوا کشمیر میں داخل ہوا تھا اور حالات کا مشاہدہ کر گیا تھا۔ دوسری بار شہنشاہ نصیر الدین محمد ہمایوں (م - ۹۶۴ھ) کے ایما اور مدد سے کشمیر پر حملہ آور ہوا اور بعض حصوں پر قابض ہو گیا۔ وہ چند سالوں تک وادی پر متصرف رہا، مگر اپنے احباب اور رشتہ داروں کی سازشوں کی وجہ سے نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا اور شاہمیری دور دوبارہ عود کر آیا۔ میرزا دیغلات نے اپنے دور اقتدار میں موسیقی اور اسلامی خطاطی کو بے حد فروغ دیا۔ ۹۶۲ھ میں وادیٔ کشمیر پر "چک" سلسلے کی حکومت شروع ہوئی اور اسی سال سے شاہمیری عہد حکومت ختم ہوا۔ اس سلسلے کے بادشاہوں نے بھی خطاطی، موسیقی اور کشمیری زبان کی ترقی میں نمایاں کام کیا۔ چک سلسلے کا بانی "غازی چک" ہے مگر اس نے کچھ عرصے تک اپنے بھانجے سلطان حبیب چک کو اقتدار سونپے رکھا، بعد ازاں اسے محبوس کر دیا اور خود سلطان کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا۔ چک خاندان والے اہل تشیع تھے اور اہل تسنن پر بہت سی سختیاں کرتے تھے۔ اس کی معروف عالم اور شاعر شیخ محمد یعقوب صرفی (۹۲۸ - ۱۰۰۳ھ) اور دوسرے بزرگوں اور علمائے دین نے شہنشاہ اکبر سے شکایت کی کہ ان فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کے لیے کشمیر کو اپنے حیطۂ اقتدار میں لے آئے۔ اکبر مان گیا اور اس کے نتیجے میں دو تابڑ توڑ حملوں کے بعد ۹۹۴ھ ۱۵۸۶ء میں کشمیر فتح ہوا اور مغلیہ سلطنت کا ایک جزو قرار پایا۔ مغلیہ دور میں کشمیر کے تین سو سالہ اسلامی تمدن کو مزید پنپنے کا موقع ملا۔

مغلیہ سلاطین نے وادیٔ کشمیر کی تہذیبی و تمدنی ترقی میں پوری دلچسپی لی۔ کئی عمارات میں ترمیم ہوئی اور نئی عمارات کا اضافہ کیا گیا، باغات بنائے گئے اور کئی مدارس اور خانقاہیں تعمیر کی گئیں۔ تفریح گاہیں وجود میں آئیں جس کی وجہ سے وادی کا قدرتی حسن دوبالا ہو گیا۔ "شالامار" اور "نشاط باغ" اب بھی اپنے اندر بڑی کشش اور جاذبیت رکھتے ہیں۔

شہنشاہ اکبر تین مرتبہ کشمیر گیا۔ جہانگیر ایک بار باپ کے ساتھ اور کئی بار تنہا یہاں آیا۔ آخری سفر میں اس کا انتقال بھی کشمیر میں ہوا اور نعش کو لا کر لاہور میں دفن کیا گیا۔ شاہجہاں نے کشمیر کی طرف چار دفعہ سفر کیا اور بے حد محظوظ ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر کو اپنی افتاد طبع کے علاوہ نامساعد حالات نے اس طرح محصور کیے رکھا کہ صرف ایک بار کشمیر میں قیام پذیر ہوا مگر ایک خطرناک مرض سے صحت یاب ہونے کے بعد۔ اس بادشاہ نے بھی وادی کی ترقی میں پوری دلچسپی لی۔ اورنگ زیب کے جانشینوں کی بڑی تفریح گاہ یہی وادی رہی ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر (م - ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ء) کے عہد حکومت کے دوران کشمیر میں ایک بہت بڑی زیارت گاہ کا قیام عمل میں آیا - یہ "حضرت بل کی زیارت گاہ" ہے جو مسجد شاہ ہمدان (خانقاہ معلیٰ) کے بعد وہاں کے مسلمانوں کا بڑا اہم مرکز ہے -

مغلیہ دور حکومت علوم و فنون اور فارسی زبان و ادبیات کی ترقی کا دور ہے - اس دور ترقی میں کشمیر کو ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی - برصغیر کے کسی دوسرے ادبی مرکز مثلاً حیدر آباد (دکن)، لکھنؤ، دہلی یا لاہور اور پشاور میں اتنے شاعر، ادیب اور باکمال دکھائی نہیں دیتے جتنے کشمیر میں تھے - کشمیر میں عارضی سکونت اختیار کرنے والوں کو اگر اس تعداد میں شامل کر لیں تو اس میں مزید اضافہ ہو جائے گا - اس دور کے متعدد مقامی اور غیر مقامی شعرا وادیٔ کشمیر میں مدفون ہیں اور بعض مدتوں یہاں رہ کر نقل مکانی کر گئے - ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

میر سید الٰہی ہمدانی (م - ۱۰۵۲ھ) حاجی محمد قدسی مشہدی (م - ۱۰۵۶ھ) میرزا محمد قلی سلیم تہرانی، ابوطالب کلیم ہمدانی کاشانی (م - ۱۰۶۱ھ) ملا محمد طاہر غنی (م - تقریباً ۱۰۸۲ھ) سبک ہندی کا گل سر سبد، میرزا محمد صائب تبریزی اصفہانی (م - ۱۰۸۷ھ) - ان اور دیگر شعرا نے وادیٔ کشمیر کی توصیف میں باقاعدہ قصیدے لکھے -

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بعد خاندان مغلیہ کا زوال شروع ہوا - زوال کا یہ منحوس سایہ برصغیر کے چپے چپے پر پڑ رہا تھا، اس نے کشمیر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا - نادر شاہ افشار اور احمد شاہ ابدالی کے تابڑ توڑ اور بھرپور حملوں نے زوال و انحطاط کو انتہا تک پہنچا دیا -

احمد شاہ ابدالی کی سرکردگی میں افغانوں نے حملہ کر کے ۱۷۵۲ء میں کشمیر پر قبضہ کر لیا اور برصغیر سے جدا کر دیا - مغلوں کی کمزور سلطنت کو مقابلہ کی جرأت کہاں تھی؟ ۱۸۱۹ء تک وادی پر افغانوں کا قبضہ رہا اور اس سال سے سکھ حکومت کا قیام عمل میں آیا جو ۱۸۴۶ء تک رہا - اس تیس سالہ دور میں مسلمانوں نے بڑے جہاد کیے اور اس حکومت کے خلاف بڑی جواں مردانہ قربانیاں دیں - سکھ دور میں مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے گئے یہاں تک کہ اسلامی مراکز اور مدارس بند کر دیے گئے اور مسجدوں میں ادائے نماز کے لیے پابندیاں عائد کر دی گئیں - خانقاہ معلیٰ یا "مسجد شاہ ہمدان" کئی سال مقفل رہی - ۱۸۴۶ء میں ننگ انسانیت "بیع نامہ امرتسر" وضع کیا گیا جس کے نتیجے میں ایک حقیر رقم کے معاوضے میں ڈوگروں نے کشمیر کو انگریزوں سے خرید لیا - ڈوگروں

کی حکومت انگریزوں کی دست پروردہ اور حلیف تھی ۔ ۱۹۴۷ء میں اس وادی کا بیشتر حصہ بھارتی سامراج کے چنگل میں پھنس گیا ۔

ان سطور کا ماحصل یہ ہے کہ وادیٔ کشمیر کا معنوی حُسن، دین اسلام اور اسلامی تہذیب کا مرہون منت ہے ۔ مسلمانوں کا پانصد سالہ دورِ حکومت وادی کا زریں عہد ہے اور یہاں جو بھی معنوی حسن و فن کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں، وہ پیروان اسلام کی مساعی کا نتیجہ اور اولیاءؒ اللہ اور صوفیائے کبار کی خدمات کے مظاہر ہیں ۔ ان بزرگوں نے حکمت دین کے تقاضوں کے مطابق اسلام کی تبلیغ کی اور اس کو اعجاز آمیز انداز سے پھیلاتے چلے گئے ۔ کشمیر کے مسلمان بادشاہ بزرگان دین کے مشوروں کے مطابق حکومت کرتے تھے ۔ ان بزرگان دین کی مدد سے وادی کا ماحول یکسر اسلامی بن گیا ۔ کشمیری بادشاہ اسلامی لباس پہنتے تھے ۔ عربی اور فارسی زبانوں کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی ۔ فارسی سرکاری زبان رہی اور وادیٔ کشمیر کا نثری اور شعری ادب جو اس زبان میں موجود ہے، بہت ہی قابلِ قدر سرمایہ ہے ۔ ابھی تک اس کا بہت سا حصہ منظر عام پر نہیں آیا ۔ اس میں تمام اصناف نثر و نظم موجود ہیں ۔ حماسی اور رزمیہ شاعری کا ایک معتدبہ حصہ ہے ۔ خود کشمیری ادبیات بھی فارسی سے بے حد اثر پذیر ہیں ۔ تصوف کا اثر بہت نمایاں ہے ۔

وادیٔ جموں و کشمیر میں فارسی ادب کی شہرت کا خاکہ نمایاں کرنے والی تازہ تر کتاب عبدالقادر مرحوم کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں اب بھی عمدہ اسلامی کتابیں لکھی جاتی ہیں یا اُن کے ترجمے کیے جاتے ہیں ۔ ایسی ایک کتاب " عالم اسلام کے مسائل اور امکانات " کچھ عرصہ پہلے شائع ہوئی ہے ۔ گیورد گیو، نامی رومانیہ کے مصنف کی کتاب کا ذبیح اللہ منصوری کے فارسی نثر کے ذریعہ ترجمہ ہوا ہے ۔